© rasailojaraid.com

مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا ایک اہم اور فکر انگیز مضمون

اسلام کے عالمگیر انقلابی پروگرام کی تاریخ

اور

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ بطورِ امام انقلاب

قرآنی انقلاب کا پہلا مرکز

فاران پر ابر رحمت برسا جس نے انسانیت کو ظلم و جہالت سے بچانے کے لیے بین الاقوامی انقلاب کا مستقل پروگرام قرآن عظیم جیسی کتاب اللہ محفوظ کر دیا۔ جس نے اس بیابان میں ایک پرانے بیت اللہ کو اجتماعی تنظیم کا اساسی مرکز بنایا، جہاں سے دنیا میں انقلاب سیلاب در سیلاب آتے رہیں گے۔

سب سے پہلے سیلاب میں مشرق کے بڑے بادشاہ کسریٰ اور مغرب کے بڑے امپرالور قیصر کی سرمایہ داری اور سلطانی خس و خاشاک کی طرح بہہ گئی اور ان فرعون نما سلاطین کے تقاتل و طغیان سے عاجز آنے والے انسانوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

تاریخ اس واقعہ کو نہیں بھول سکتی کہ اس انقلابِ عظیم کے پہلے تعمیری پروگرام سے دنیا کم و بیش پانچ سو سال تک مستفید ہوتی رہی۔ آئمہ قریش کو اللہ تعالیٰ نے شام و عراق میں نئی دنیا کی تعمیر کے لیے متمکن کیا۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس سلسلے کے بعض افراد اپنے حیوانی تقاضوں میں مسرف ثابت ہوئے اور ان کے عہد میں ظلم کی انتہا نہ رہی۔ مگر سابقین اور معتدلین کا مجموعی افادہ ان ظالموں کے ظلم پر غالب رہا۔

اس انقلاب کا دوسرا مرکز

اس پہلے عربی دور سے دنیا کو یہ فائدہ عظیمہ بھی حاصل ہوا کہ اس میں اپنا مرکز بنا کر کام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے کی صلاحیت آگئی ۔ کسریٰ کے قلمرو میں بسنے والی عجمی اقوام نے اس عالم گیر برادری میں شامل ہو کر ترقی کی نئی امنگ اپنے اندر پیدا کرلی ۔ ان کی فارسی زبان نے بغداد میں عربی سے بین الاقوامی دعوت کا سبق سیکھ کر بخارا کے راستے سے غزنی کو اپنا نشیمن بنالیا ۔

ہمارا خیال ہے کہ قرآن عظیم کی آیت : وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ میں ، جس قوم کی طرف اشارہ ہے ، اس کا مصداق اسی غزنی کے فارسی مرکز کو قرار دینا چاہیے ۔

غزنی ایران اور ہندوستان کی قدرتی حد فاصل پر واقع ہے ۔ اس لیے مشرق کا یہ مرکز ہمارے ملک میں اعجاز کا کام کرگیا ۔ ویدانت فلاسفی کی غلط تفسیروں سے جس قدر ضعف ہندوستانی ذہنیت میں پیدا ہوا تھا ، غزنی کی تجدید نے اسے دور کردیا ۔ فردوسی نے شاہنامہ لکھا ، جس میں ذوالقرنین جیسے اولوالعزم بادشاہ پیدا کرنے والی آریائی سوسائٹی کی تاریخ کو ہندو فلاسفی کی عقلیت سے وابستہ کردیا ۔

حکیم سنائی نے "حدیقہ" میں اور مخدوم علی ہجویری نے "کشف المحجوب" میں اسی فلاسفی کی اصلاح و تکمیل کو مقصد بنایا ۔ ہمارے ملک کی طبعی استعداد میں اس علم و حکمت کی تشنگی مضمر تھی ۔ اس نے آگے چل کر عربی آمیز فارسی کو اس براعظم کی سیاسی اور علمی زبان بنادیا ۔

غزنی کی مرکزیت کا اثر تھا کہ "شاہنامہ" کے ساتھ سعدی کی "گلستان و بوستان" بطور مبادی رائج ہوئی ۔ مخدوم علی الہجویری کی نیابت امام معین الدین اجمیری اور ان کے خلفا کے حصے میں آئی ۔ "حدیقہ" میں جس علمی ارتقا کو شروع کیا تھا ، "مثنوی معنوی" اس کی آخری منزل قرار پائی ۔

غزنی کے تمرکز کو مسیحی تقویم کے دوسرے ہزار کی ابتدا سے خصوصی تعلق ہے ۔ جب کبھی اس تقویم میں سے پہلا ہزار نکال دیا جائے گا ، اس انقلاب کی تقویم بن جائے گی ۔ اسے ہم ہندی تقویم کہتے ہیں ۔

اس انقلاب کا تیسرا مرکز

غزنی سے چل کر دو سو برس میں یہ تحریک لاہور کے راستے سے دہلی پہنچی ۔ دہلی جو اندر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پرست کا دوسرا نام ہے، تاریخ انسانیت میں ایتھنز، روما اور بابل جیسے اول درجے کے مراکز میں شمار ہوتی ہے۔ یہاں آکر تحریک اپنے معراج کمال کو پہنچی۔

قطب الدین ایبک اور قطب الدین بختیار کاکیؒ سے محی الدین عالم گیر اور قطب الدین ولی اللہ تک پانچ سو برس میں دنیا نے اس تحریک سے کیا فائدہ لیا؟ افسوس ہے کہ اس پر پوری روشنی ڈالنے کا سامان ہند کی پرانی تاریخ کی طرح ہمیں آسانی سے میسر نہیں آتا۔ ورنہ حضرت محمد باقی باللہؒ اور جلال الدین اکبر کے جانشینوں کے تسلسل سے انسانی اجتماعیت کے کتنے چاک دہلی نے رفو کیے۔ اور دنیا کی آج کی ترقی پر اس کا کیا احسان ہے۔ اسے ایسا جلدی نہیں بھلایا جاسکتا۔ استاد ذکاء اللہ دہلوی کی تاریخ ہند میں اکبری تقنین پر دو صفحے پڑھنے سے آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

دہلی بطور مرکز انقلاب

یہاں پر چند کلمات دہلی کے مرکز پر لکھنے سے قلم نہیں رکتا۔ بغداد میں عربی اور فارسی دو زبانیں بولی جاتی تھیں۔ زوال بغداد پر عربی قومیں قاہرہ میں جمع ہو گئیں اور فارسی بولنے والی قوموں کا مرکز دہلی بن گیا۔ ایک وقت ایسا بھی آچکا ہے کہ پچاس کے قریب آوارہ وطن شہزادے دہلی کے مہمان رہ چکے ہیں۔

غزنی کی عربی آمیز فارسی اور ہندوستان کی ہندی کے ملاپ سے دہلی کی اردوے معلیٰ پیدا ہوئی، جس میں بین الاقوامی زبان بننے کی صلاحیت اعلیٰ درجہ پر مضمر ہے۔ یہی زبان ہماری تاریخی بین الاقوامیت کی یادگار ہے۔ دہلی کی حکمت اور دہلی کی زبان، ہمارا قومی نشان ہے۔

ہے مرا نام ونشاں، نام ونشانِ دہلی

امام ولی اللہ دہلویؒ

ہم آج تختِ طاؤس اور "فتاویٰ عالمگیری" پر توجہ دلانا نہیں چاہتے، ہمیں فقط اس حکیم کا تعارف کرانا مقصود ہے جو افلاطون کا ہم رتبہ یا اس سے بلند مرتبہ تھا، وہ کہتا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علی ! من می شناسم ایں گہروز دان حکمت را
فلاطوں آہ گرمی دید یونانے کہ من دارم
(التفہیمات)

امام عبدالعزیز دہلوی سے منقول ہے کہ ارسطو نے افلاطون کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے :الہ تانس او انسان تالہ ۔ہمارے خیال میں یہ امام ولی اللہ دہلوی کی علوشان کی طرف اشارہ ہے ۔

شاہ عبدالعزیز کو اپنے والد سے وہی نسبت تھی جو ارسطو کو افلاطون سے یا امام ابو یوسف کو امام ابو حنیفہؒ سے مانی جاتی ہے ۔

ہم آج دہلی کے اس حکیم کا تعارف کرا رہے ہیں جس نے " دہلی میں " دورِ خلافتِ راشدہ اور دورِ نبوت کی شرح تدوین کرنے کی صلاحیت پیدا کر دی ۔اس رتبہ بلند پر نہ لاہور پہنچ سکا نہ غزنی ۔وہاں تک نہ بخارا کی رسائی ہوئی نہ بغداد کی ۔

امام قطب الدین ولی اللہ احمد دہلوی کے زمانے سے ہمارا وطن اس قدر فتن و محن میں مبتلا رہا ہے کہ خالص علمی مشاغل کے لیے اعلیٰ درجہ کی جماعتوں کا پیدا ہونا ناممکن ہو گیا ۔ایسی حالت میں اگر اعلیٰ افراد کا تسلسل ہی قائم رہ سکتا تو اسے نعمت غیر مترقبہ سمجھنا چاہیے ۔

حضرت شیخ الہندؒ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نے ہمیں ان حضرات سے تعارف کرایا ۔انھوں نے جمعیت الاقوام کے سلسلہ میں درجہ تکمیل کا افتتاح کیا ۔ہماری جماعت کو " حجۃ اللہ البالغہ " کا درس دیا ، خلافتِ عثمانیہ کے تزلزل سے یہ سلسلہ آگے بڑھنے سے رک گیا ۔اس انقلاب کے سکون پذیر ہونے پر جو نئی علمی تحریک دہلی میں مستقر ہوئی وہ جامعہ ملیہ ہے ۔اتفاقاتِ تقدیر کا نتیجہ سمجھنا چاہیے کہ جامعہ ملیہ کے افتتاح کے لیے حضرت شیخ الہند ہندوستان میں واپس پہنچ گئے ۔

عرصہ سے میری تمنا رہی کہ حضرت مولانا شیخ الہند کی یادگار جامعہ ملیہ دہلی میں قائم ہونی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چاہیے۔ اور وہ "احیاءِ حکمتِ ہندیہ" یا "احیاءِ حکمتِ دہلویہ" یا "احیاءِ حکمتِ ولی اللہیہ" کی صورت میں ہو۔

جامعہ ملیہ

الحمدللہ کہ جامعہ ملیہ نے اس تجویز کو منظور کر لیا ہے اور پھر اسے شائع کر دیا ہے۔ اس تجویز کی روح جو ہمارے ذہن میں راسخ ہے، اسے ہم آسانی سے کاغذ پر نہیں لکھ سکتے، بالتدریج واضح کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

اس وقت اس کا ایک پہلو سمجھنے کے لیے تین مراحل میں تقسیم کر دینا چاہیے:

(ا) یورپ کا انقلاب اور اس کی حکمت سمجھنا

یورپ نے گزشتہ دو سو برس میں فلسفہ اور سائنس میں ایسی ترقی کر لی ہے، جس سے کسی ملک و وطن کا متاثر ہونا غیر ممکن ہے۔ خصوصاً ہمارا وطن جو ایک اول درجے کی یورپی دولت کا تابع رہا ہے وہ اس تحریک سے متعارف بھی ہو چکا ہے۔

ہمارے ملک میں یہ استعداد موجود ہے کہ کسی ہندوستانی یونیورسٹی کا گریجویٹ جو اکنامکس (اقتصادیات) کا مطالعہ کر چکا ہو، اس انقلاب کی حقیقت آسانی سے سمجھ لے۔ البتہ اس کے لیے انگریزی جاننا ضروری ہے۔

(قف) ہم نے ترقی یافتہ ہندوستانی یعنی اردو کو آگے بڑھانے کے لیے اس کے ساتھ انگریزی کا ضمیمہ لگا دیا ہے۔ ہم انگریزی کی ضرورت اس لیے محسوس کرتے ہیں کہ وہ ایک انٹرنیشنل (بین الاقوامی) زبان ہے۔

جس قدر اردو اپنی بین الاقوامیت منواتی جائے گی، اسی قدر انگریزی سے بے نیازی ہوتی جائے گی۔

اس موضوع پر ہمارا مفصل پروگرام کسی دوسرے موقعے پر سنیے گا۔

(۲) قرآن عظیم نے بین الاقوامی انقلاب کا جو پروگرام بنایا ہے اسے شاہ ولی اللہ کے فلسفے اور حکمت کی روشنی میں سمجھنا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے لیے "حجۃ اللہ البالغہ"، "ازالۃ الخفاء"، "البدور البازغہ" وغیرہ کتابیں پڑھنا ضروری ہیں۔

اگر دیوبند کا فارغ التحصیل شاہ ولی اللہ کی کتابیں پڑھنے کے لیے مستقل وقت صرف کرے تو بہت تھوڑے عرصے میں اس مرحلے سے بآسانی گزر سکتا ہے۔

اور اگر ایک گریجویٹ اور ایک فاضل مل کر مطالعہ کریں اور یورپ کے انقلاب اور شاہ ولی اللہؒ کے انقلاب کے نظریات متعین کر کے لادینی انقلاب اور دینی انقلاب کے علل و اسباب پر غور کر لیں، دونوں کا مابہ الاشتراک اور مابہ الافتراق سمجھ لیں، تو اس مطالعے کی تکمیل ہو جائے گی۔

(۳) اس کے بعد قرآن عظیم کا مطالعہ انقلابی نقطۂ نظر سے جاری رکھنا اور اوامر و نواہی پر عمل کرنے کے لیے مدنی دور کے اس اجتماعی نمونے کو جو مؤطا امام مالکؒ میں منضبط ہے کافی سمجھنا، اس فن کی تکمیل اور اس کی امانت کو شاہ ولی اللہ کی ذات میں منحصر ماننا۔

جامعہ ملیہ میں صلاحیت ہے کہ وہ اس تحریک کا علمی مرکز بن سکے، ایک ایسے طالب کو جو علمی تحقیق کا شیدا ہو ضروری امداد دے، اس میں تجدد پسند استادوں کا اچھا مجمع موجود ہے۔ یورپ کے اہل علم سے ملنے کے بعد شاہ ولی اللہ کے فلسفے کی حقیقت ہم پر منکشف ہوئی ہے۔ اس کی بنیاد پر وطنیت اور ادیان کے تنازعے رفع کرنے کے لیے ہم ایک نیا تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان طالب علموں کی ضروریات کے لیے جو مختصر مقدار میں روپیہ جامعہ کو مطلوب ہے، کیا اتنے بڑے کام کے لیے ملک کا سمجھ دار اور متمول طبقہ پس و پیش کرے گا۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

عبید اللہ سندھی

یوم جمعہ، ۷۔ جون ۱۹۴۰ ہندی

قاسم العلوم۔ انجمن خدام الدین۔ لاہور

© rasailojaraid.com